Al-Aẓvā الاضواء
ISSN 2415-0444; E- ISSN 1995-7904
Volume 50, Issue, 33, 2019
Published by Sheikh Zayed Islamic Centre,
University of the Punjab, Lahore, 54590 Pakistan.

شاہ عبدالعزیزکے تفسیری اصول :تفسیر فتح العزیز کا اطلاقی مطالعہ

Principles of Qur'ānic Commentary by Shāh 'Abdul 'Azīz: An Applied Study of Tafsīr Fath al-'Azīz

حافظ ذوالفقار علی *
محمد فاروق حیدر**

Abstract:

Tafsīr Fath al-'Azīz holds a distinguished and distinct place in the exegetical literature of Subcontinent. This exegesis, transcribed in Persian, has been authored by *Shāh 'Abdul 'Azīz Muhaddith Dehlvī*. Neither did he write any specific book on the Principles of Commentary *(Usūl al-Tafsīr)* nor did he mention them discretely in his exegesis; Pondering and contemplating over this exegesis has resulted in extracting these postulates, being elucidated via examples in this article. Among his Principles of Commentary, foremost is the interpretation of the Qur'ānic verses through the Qur'ān, the *Sunnāh* of the Prophet (May Allāh be pleased with him) at the second place, thirdly the dictums of his Companions and in the last sayings of the successors. He has summoned witness from Israelites for corroboration, where required, but also went through a detailed criticism upon their authenticity. By applying the Principle of Abrogation *(Naskh)*, he pointed out the abrogated verses in the Qur'ān; for scrupulous apprehension of the Qur'ānic verses, he inferred from the traditions pertaining to the Cause of Revelation *(Sabab al-Nazūl)*. Moreover, along with the exoteric meaning of the verses, he also expounded the esoteric ones by delineating some meticulous theosophical points.

Key words: Shāh 'Abdul 'Azīz, *Tafsīr Fath al-'Azīz,* Principles of Qur'ānic Commentary.

علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت میں بر صغیر پاک وہند کی سرزمین زرخیز رہی ہے۔یہاں ایسے نامور علماء گزرے ہیں جنہوں نے مختلف جہات سے کار ہائے تجدید سر انجام دیے ،ان میں سے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کو امتیازی مقام حاصل ہے۔شاہ صاحب کے بعد آپ کی اولاد نے اس علمی تحریک کو جاری رکھا، قرآن

*پی ایچ ڈی سکالر ،شعبہ علوم اسلامیہ،جی سی یونیورسٹی لاہور، پاکستان

**ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ،جی سی یونیورسٹی لاہور ، پاکستان

وسنت اور اس سے متعلقہ علوم میں غیرمعمولی خدمات سر انجام دیں ۔آپ کے بڑے صاحبزادے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (۱)علوم نقلیہ وعقلیہ میں ید طولی رکھتے تھے ۔آپ نے جو علمی میراث یادگار چھوڑی ان میں تفسیر فتح العزیز،بستان المحدثین،عجالہ نافعہ اور تحفہ اثنا عشریہ وغیرہ جیسی عظیم کتب شامل ہیں ۔شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کی تفسیر فتح العزیزجو کہ تفسیر عزیزی کے نام سے معروف ہے۔فارسی زبان میں لکھی گئی اس تفسیر کی تکمیل کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے ۔ البتہ مطبوع شکل میں دستیاب تفسیرسورہ فاتحہ، سورہ بقرہ اور آخری دو پاروں پر مشتمل ہے۔ شاہ صاحب نے قرآن مجید کی تفسیر سے متعلق باقاعدہ طور پر اصول تفسیر مرتب نہیں کیے اور نہ ہی اپنی تفسیر کے آغاز میں اپنے تفسیری اصول بیان کیے ہیں کہ جن کی روشنی میں انہوں نے اپنی تفسیر تالیف کی ہے ۔اس مضمون میں تفسیر فتح العزیزمیں غور و فکر کرنے سے جن اصولوں کا استخراج ہوتاہے،ان کوترتیب سےبیان کیا جائے گااور ان اصولوں کی توضیح میں تفسیرعزیزی سے نظائر پیش کیے جائیں گے۔

تفسیر قرآن کا پہلا اصول یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے ،پھر سنت رسول صلی اللہ علیہ کی روشنی میں اور اس کے بعدصحابہ و تابعین کرام کے اقوال کو تفسیر کا ماخذ بنایا جائے ۔ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان اصولوں کو اس طرح بیان کیا ہے:

تفسیر کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے قرآن مجید کی تفسیر خود قرآن سے کی جائے اور اگر اس میں نہ ملے تو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں تفسیر کی جائے اور اگر ان دونوں ادلہ میں تفسیر نہ ملے تو اقوال صحابہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے کیونکہ مخصوص قرائن و حالات کے مشاہدے کی وجہ سے وہ قرآن مجید کے معانی و مطالب کی سب سے زیادہ معرفت رکھتے تھے ۔اور اگر قرآن ، سنت صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی تفسیر نہ مل سکے تو ایسی صورت میں حضرات تابعین کے اقوال کی طرف رجوع کر نا چاہیے اور جب کسی تفسیر ی قول پر تابعین کا اجماع ہو تو بلا شبہ وہ حجت ہے لیکن جب ان میں اختلاف ہو تو ایک تابعی کا قول نہ دوسرے تابعی پر حجت ہو گا اور نہ بعد والوں پر بلکہ ایسی صورت میں تفسیر کرتے ہوئے قرآن وسنت کی زبان کو عام لغت عرب کو یا اقوال صحابہ کو مد نطر رکھنا چاہیے ۔(۲)

تفسیر القرآن بالقرآن :

فتح العزیز کے غائر مطالعہ سے شاہ عبدالعزیز کا پہلا تفسیر ی اصول تفسیر قرآن بالقرآن سامنے آتا ہے جو ہمیشہ سے جمہور مفسرین کا اصل الاصول رہا ہے ۔

شاہ صاحب اپنی تفسیر فتح العزیز میں سورۃ فاتحہ کی آیت(غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ)(۳)کی تفسیر قرآن کی دوسری آیت سے اس طرح کرتے ہیں:

پس مغضوب علیہ کسے ست کہ معاند در کفر باشد و دیدہ و دانستہ انکار احکام الٰہی نماید یا بتعمد ارتکاب معاصی کند چنانچہ در حق یہودان فرمودہ اند۔(۴)

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَ هُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (۵)

ونیز فرمودہ اند:(وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ)(٦)

ونیز فرمودہ اند:(وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ) (۷) مذکوراست-(۸)

چنانچہ مغضوب علیہ سے مراد ہر وہ ہے جو کفر عنادی میں مبتلا ہو دیدہ و دانستہ اللہ کے احکام کا انکار کرے یا جان بوجھ کر گناہوں کا مرتکب ہو-جس طرح یہودیوں کے متعلق مذکور ہے (جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اسے پہنچانتےہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہنچانتے ہیں اور ان میں سے ایک گروہ حق کو جان بوجھ کر چھپاتا ہے)اور یہ بھی فرمایا (اور تحقیق انہیں معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا خریدا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں)نیز فرمایا حق کو باطل کے ساتھ مت ملاؤ اور نہ حق کو چھپاؤ اور حالانکہ تم جانتے بھی ہو-

اور اسی طرح اسی آیت کے دوسرے حصے کی تشریح کرتے ہوئے لفظ ضالین کی تفسیر قرآن سے کرتے ہیں :

وضال کسے است کہ د رکفر واقعشود بہ تقلید آبا و بزرگان خود یا بہ سبب تقصیر در فکر و فہم چنانچہ در حق نصاریٰ فرمودہ اند:(وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ-(۹) -(۱۰)

اور ضال وہ ہے جو کہ فکر و فہم میں کمی کی وجہ سے یا اپنے آباؤ اجداد اور بڑوں کی تقلید کی وجہ سے کفر میں پڑجائے،چنانچہ نصاری کے متعلق فرمایا(انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا اور خود سیدھی راہ سے گمراہ ہو گئے)

شاہ صاحب نے مغضوب علیہ کی وضاحت میں ایسے خصائل کا تذکر ہ کیا جن کی مصداق قوم یہود تھی ،اور بطور استدلال قرآن مجید سے نظائر پیش کیے جن میں یہود کی ا ن عادات کو یعنی کتمان علم اور کتمان حق کو کھل کر بیان کیا گیا ،اسی طرح نصاری کی گمراہی کو بھی قرآنی آیت کی روشنی میں واضح کیا جو غلو فی الدین کا شکار تھے-

سورۃ بقرہ کی آیت(وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا)(۱۱)،کی تفسیرمیں شا ہ صاحب نے قرآن مجید کی فصاحت وبلاغت کو قرآنی اعجاز کے طور پر پیش کیا

۔عرب کے نامور شعراء اور ان کے مختلف شعری محاسن کو بیان کرنے کے بعد اس نقطہ کی وضاحت کی کہ قرآن مجید ان تمام اصناف کی نسبت اپنی فصاحت وبلاغت میں کاملیت کا درجہ رکھتا ہے ،بطور استدلال آپ نے کلا م کی مختلف انواع میں آیات قرآنیہ کو پیش کیا مثال کے طور پر

ترغیب: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ(۱۲)

ترہیب: وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ () مِنْ وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَى مِنْ مَاءٍ صَدِيدٍ () يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ وَمِنْ وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظ(۱۳)

زجر و توبیخ : فَكُلًّا أَخَذْنَا بِذَنْبِهِ فَمِنْهُمْ مَنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَنْ خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ وَمِنْهُمْ مَنْ أَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ(۱۴)

وعظ وعبرت : أَفَرَأَيْتَ إِنْ مَتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ () ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ() مَا أَغْنَى عَنْهُمْ مَا كَانُوا يُمَتَّعُونَ(۱۵)

شاہ صاحب فرماتے ہیں کلام علو م دقیقہ کی بنیاد ہے جیسے علم عقائد ادیان باطلہ کے ساتھ مناظرہ ،علم اصول فقہ ،علم فقہ ،علم احوال ،علم اخلاق اور دوسرے باریک علوم اور اس قسم کے گہرے مسائل کو بیان کرنے میں بلاغت کی راہ چلنا بشر کی طاقت نہیں ہے ۔اور اگر کسی بلاغت والے نثر نویس کو فرمائش کریں کہ منطق کے ایک دو مسئلوں کو رنگین عبارت کے ساتھ لکھے یا علم فرائض کے ایک دو مسئلے کلام بلیغ کے ساتھ ادا کرے اس سے ہر گز ممکن نہیں ہوگا ۔پس ان چیزوں سے یقین کے ساتھ پالیں گے کہ یہ کلام بشری کلام نہیں ہے کلام الہی ہے ۔(۱٦)

شاہ صاحب نے سورۃ بقرہ کی آیت(أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تعقلون(۱۷) کی تفسیر کرتے ہوئے قرآن کی دوسری آیات سے استدلال کیاہے۔ آپ ذکر فرماتے ہیں:

(لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ)(۱۸)-(۱۹)

سورۃالانفطارکی آیت(يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ)(۲۰)کی تفسیر سورۃ(ق) کی آیت سے کرتے ہیں:

درسورۃقاف است کہ واضح می گرددوھوقولہ تعالی:(مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عتيد)(۲۱)-(۲۲)

سورۃ " ق "میں ارشاد ہے کوئی بھی شخص نہیں بولتا مگر ا س کے پاس لکھنے کے لیے راہ دیکھنے والا تیار ہے ۔ سورۃ '' التکویر میں آیت(وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ)(۲۳)کی تفسیر میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:

وبعضے گفتہ اند کہ مراد آنست کہ مردم را ازواج ثلاثہ گردانند یعنے سہ صنف سازند کہ تفصیل آن در سورۃ واقعہ در آیہ وکنتم ازواجاً ثلاثہ مذکوراست۔(۲۴)

بعض نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو ازواج ثلاثہ کردیں گے یعنی تین قسم کے کر دیں گے اور اس کی تفصیل سورۃواقعہ کی آیت (وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً)(۲۵) ہے۔جس کے متصلاً بعد ان تین قسم کے لوگوں کا ذکر ہے :اصحاب المیمنہ،اصحاب المشئمہ اور السابقون السابقون۔

تفسیر القرآن بالسنہ:

تفسیر قرآن کا دوسرا ماخذ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہےشاہ صاحب نے دوران تفسیر اس اصول کو مد نظر رکھا اور آیات کی تفسیر میں احادیث سےاستدلال کیا ،یہاں اس کے چند نظائر درج ذیل ہیں :

(صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ)۔(۲۶)کی تفسیر میں اس بات کی تشریح کی کہ تمام انبیاء کے راستے ایک ہیں ،پھر حدیث کے ساتھ اس کی توضیح کی[لوکان موسیٰ حیاً ما وسعہ الا اتباعی](۲۷)اگر موسیٰ بھی آج زندہ ہوتے تو میری اتباع کرتے۔

اسی طرح (غیر المغضوب علیھم ولاالضالین)(۲۸)کی تفسیر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے:

از پسر حاتم طائی کہ عدی نام داشت و بصحبت پر نور حضرت پیغمبر رسیدہ بود مرویست کہ او از آن جناب معنیٰ این دو لفظ پر سید فرمود کہ مغضوب علیھم یھودیان ہستند و ضالین نصاری(۲۹)

عدی بن حاتم طائی آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے نبی کریم ﷺسے ان دو الفاظ کے معانی دریافت کیے تو آپ ﷺ نے فرمایا مغضوب علیھم سے مراد یہودی ہیں اور ضالین سے مراد نصاری ہیں۔ سورۃ المطففین کی آیت(وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ)(۳۰)کی تفسیر شاہ صاحب حدیث سے کرتے ہوئے فرماتے ہیں : در حدیث شریف وارد است کہ[الصلوٰ ۃ مکیا ل فمن وفی وفی لہ و طفف فقد علمتم فیہ ما قال اللہ تعالیٰ]-(۳۱)-(۳۲)

حدیث میں بیان ہے کہ نماز ایک ترازو ہے جس نے اس کو پور کیا ا س کو بھی پورا دیا جائے گا اور جس نے اس میں کمی کی پس تم جانتے ہو اس بارے میں جو اللہ ﷻ کا ارشاد ہے ۔

اسی سورۃ کی آیت (وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِيْنَ)(۳۳)کی تفسیرمیں حدیث قدسی بیان کی ہے :

ونیز در حدیث قدسی است{اوف یا ابن أدم کما تحب ان یوفی لک و اعدل کما تحب ان یعدل لک}- (۳۴)-(۳۵)

حدیث قدسی ہے: اے ابن آدم پور کر جس طرح تو چاہتا ہے کہ تیرے لیے پور ا کیا جائے اور عدل کر جس طر ح تو پسند کرتاہے کہ تجھ سے عدل کیا جائے ۔

سورۃ تکویر کی آیت(إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ)(۳۶)کی تفسیرحدیث سے استدلال کیا ہے:

[الشمس والقمر ثوران مکوران یوم القیامۃ]۔(۳۷)-(۳۸)

یعنی آفتاب اور ماہتاب قیامت کے دن پنیر کی چکیوں کی مانند بے نور ہوں گے ۔

اسی سورۃ کی آیت(عَلِمَتْ نَفْسٌ مَا أَحْضَرَتْ)(۳۹)کی تفسیر درج ذیل حدیث سے کرتے ہیں:

[من مات فقد قامت قیامتہ]۔(۴۰)-(۴۱)

جو مر گیا پس اس کے لیے قیامت قائم ہو گئی ہے ۔

سورۃ فاتحہ کی آیت(مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ)(۴۲)کے ضمن میں شاہ صاحب نے ملک کی بجائے مالک کی قرأت کو ترجیح دی اور مالک کی تفسیر میں اس لفظ کے متعدد احتمالات بیان کیے ،نیز مالک کے اوصاف وخصائص میں حدیث قدسی سے استدلال کیا :

یا عبادی کلکم جائع الا من اطعمتہ فا ستطعمونی اطعمکم یا عبادی کلکم عار الا من کسوتہ فاستکسونی اکسکم (۴۳)-(۴۴)

اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر وہ شخص کہ جس کو میں کھلاؤں، پس کھانا مجھ سے مانگو تا کہ تم کو کھانا دوں۔ اے میرے بندو! تم برہنہ ہو مگر جس کو میں کپڑے پہناؤں، تو تم مجھ سے پوشاک کی طلب کرو تا کہ میں تم کو پوشا ک دوں ۔

شاہ صاحب تفسیرمیں ہرحدیث کی وضاحت کرتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف ۔اگر کسی مسئلے کو ثابت کرتے ہیں تو ساتھ میں یہ نشاندہی ضرور کر دیتے ہیں کہ کس نوعیت کی حدیث ہے۔جس طرح آپؒ سورۃ ''مطففین '' کی آیت (کتاب مرقوم)(۴۵) کے تحت فرماتے ہیں کہ سجین ساتویں زمین کے نیچے ایک دفتر ہے۔ آپ یو ں رقمطراز ہیں :

وبیان سجین از روے احادیث ضعیفہ و روایت کعب احبار چنین آمدہ کہ آن دفتر زیر ہفت زمین ست ودر انجا سنگ سیاہ افتادہ کہ از او بوی بدو دو دمی بر آید و ابلیس و شیاطین دیگر چون از اذکار وانوار فرار میکنند ہم آنجۂ مستقر میشوند روح بدکا ر را اول بعد از قبض بر آسمان می بردند دربانان آسمان برای او در نمی کشایند و در آمدن نمی دہند باز بالای زمین می آرند وہیچ مکان قبول نمیکند کہ آن روح را درد انجا بگزارند آخر زیر ہفتم زمین زیر آن سنگ میبرند وفرشتگانے کہ متصدیان آن دفتر اند نام او را در دفتر خود ثبت می کنند کہ فلانی پسردرین تاریخ از دنیا در برزخ رسید واین عمل آورد وافراد روزنامچہ اعمال اوراازدست کراماکاتبین گرفتہ دران دفترنگاہ میدارند تاروزقیامت آنہمہ رابدست چپ اودہند وارواح بدکاران نیزدران مقام مستقر میباشند وبانواع عذاب معذب میشوند ۔(۴۶)

سجین کا بیا ن احادیث ضعیفہ کے ساتھ حضرت کعب الاحبارؓ کی روایت کے ساتھ یوں آیا ہے کہ وہ دفترساتوں زمین کے نیچے ہے۔ وہاں ایک سیاہ پتھر پڑاہے کہ اس سے بدبو اور دھواں نکلتاہے، جو ابلیس اور دوسرے شیاطین اذکار اور انوار سے بھاگتے ہیں تو وہاں جا کر ٹھہرتے ہیں۔بد کاروں کی روح کو قبض کرنے کے بعد پہلے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں تو آسمان کے دربان اس کے لیےدروازہ نہیں کھولتے اور ان کو آنے نہیں دیتے تو پھر زمین پر آتے ہیں توکوئی مکان اس کو قبول نہیں کرتاکہ اس روح کو وہا ں رکھیں تو بالآخر اس کو ساتوں زمینوں کے

نیچے اس پتھرکے نیچے رکھ دیتے ہیں اور جو فرشتے اس مکان پر متصدی ہوتے ہیں اس کا نام اس دفتر میں لکھ لیتے ہیں فلاں ابن فلاں اس تاریخ میں دنیا سے برزخ میں پہنچا اور یہ اعمال لایا ہے۔ فردیں اور اس کے اعمال کے روزنامچے کی کراما کاتبین کے ہاتھ سے لے کر اس دفتر میں داخل کرتے ہیں تا کہ قیامت کے دن وہ سب اعمال اس کے الٹے ہاتھ میں دیں اور بدکاروں کی ارواح بھی اس مکا ن میں رہتی ہیں اور طرح طرح سے عذاب دی جاتی ہیں ۔

اس حدیث سے آپ نے لفظ ''سجین ''کی وضاحت کی ہے اور حدیث کے آغاز ہی میں اس کے ضعیف ہونے کی نشاندہی کردی ۔

تفسیرالقرآن باقوال الصحابہ:

شاہ صاحب نے اپنی تفسیر میں متعدد مقامات پرصحابہ کے اقوال سے استدلال کیا۔ جس طرح (اهدنا الصراط المستقیم)(۴۷)کی تفسیر میں حضرت علیؓ کا قول نقل کرتے ہیں کہ آپ نے اهدنا کی تفسیر ''ثبتنا علی الهدایۃ '' فرمائی ہے۔ شاہ صاحب اپنی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں:

ولہذاازحضرت امیرالمومنین علی منقول است کہ اهدنا را تفسیر فرمودہ اند ثبّتنا علی الهدایۃ۔(۴۸)-(۴۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے ''اهدنا ''کی تفسیر یہ کی ہے'' ہمیں ہدایت پر ثابت قدم رکھ''

اس طرح شاہ صاحب سورۃ فاتحہ کا نام کنز بتاتے ہیں اور اس کی تفسیرمیں حضرت علی کے قول سے استدلال کرتے ہیں :

سورۃ الکنززیرا کہ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ فرمودہ اند کہ نزلت سورۃ فاتحہ من کنز تحت العرش(۵۰)-(۵۱)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ عرش کے خزانوں سے اتاری گئی ہے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کتب سماویہ کی اساس قرآن ہے اور قرآن کی اساس سور ہ فاتحہ ہے۔ اس بات کی وضاحت میں حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے :

وآنجملہ است اساس زیرا کہ شعبے از ابن عباس نقل کردہ است کہ اساس کتبہای آسمانی قرآن وا ساس قرآن فاتحۃ الکتاب است پس ہرگاہ مریض شوی میباید کہ باساس قرآن التجا بری و شفا حاصل کنی و نیز این سورۃ رکن نماز است ونماز اساس جمیع طاعات(۵۲)

امام شعبی نے ابن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ تمام آسمانی کتب کی اساس قرآن پاک ہے اور قرآن پاک کی اساس سورہ فاتحہ ہے۔ پس جو کوئی مریض اساس القرآن سے التجا کرے گا اس کو شفا یابی ملے گی، نیز یہ سورۃ نماز کا رکن ہے اور نماز تمام طاعات کی اساس ہے ۔

آپ علیہ الرحمۃ سورۃ تکویرکی تمہیدی بحث میں حضرت ابن عباس سے ایک روایت نقل کرتے ہیں :

از حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ منقول است کہ ایشان فرمودہ اند کہ ستارہا در قنادیل معلقہ اند بسلاسل نور و سلاسل آن قنادیل در دست فرشتہ ہا است چوں فرشتہ ہا بمیر ند آن قنادیل از دست آنہا رہا شوند و ستارہ ہار و خواہد داد و در سورۃ آئندہ بیان ابتدائے آن انقلاب است ۔(۵۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے،انہوں نے فرمایا کہ ستارے قندیلوں میں نور کی زنجیروں سے لٹکتے ہیں اور وہ زنجیریں فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں۔جب فرشتے مر جائیں گے تو وہ قندیلیں ان کے ہاتھوں سے گر جائیں گی اور ستارے گر کر بکھر جائیں گے اور ان کا نو ر زائل ہو جائے گا ۔

سورۃ الانفطار کی آیت(مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیمِ)(۵۴)کی تفسیر شاہ صاحب نے قول عمرؓ سے کی ہے:

الٰہی غرنی حلمک لو اخذتنی بالاولیٰ ما جرأت با لثانیۃ ۔(۵۵)

اے اللہ تیرے حلم نے مجھے مغرور کیا اگر تو مجھے پہلے گناہ پر پکڑتا تومیں دوسرا گناہ کرنے کی جرأت نہ کرتا ۔

شاہ صاحب نے اسی آیت کی تفسیرمیں حضرت علیؓ کا قول نقل کیاہے :

کم من مغرور بالستر علیہ و کم من مستدرج بالاحسان الیہ ۔(۵٦)

بہت سے لوگ تیری پردہ پوشی کی وجہ سے مغرور ہوئے اور بہت سے لوگ تیرے احسان کی وجہ سے استدراج میں گرفتار ہیں ۔

صاحب تفسیر نے لفظ'' غرّ''کی وضاحت حضرت عمر اور حضرت علی رضوان اللہ علیما کے اقوا ل سے کی ہے کہ کسی کے احسان کے باوجود اس کے ساتھ دھوکہ دہی کا رویہ اختیار کرنا ۔

تفسیرالقرآن باقوال التابعین:

اقوال تابعین سے قرآن مجید کی تفسیر چوتھا ماخذ ہے ،شاہ صاحب نے دوران تفسیر متعدد مقامات پر تابعین کے اقوال سے استدلال کیا ہے

سورۃ بقرہ کی آیت (ھدی للمتقین)(۵۷)کی تفسیر میں تقوی سے متعلق حضرت امام حسن بصری کا قول نقل کیا ہے :

مازالت التقوی بالمتقین حتی ترکوا کثیرا من الحلال مخافۃ الحرام ۔(۵۸)

تقوی ہمیشہ ، متقیوں کے ساتھ باقی رہے گا یہاں تک کہ وہ بہت حلال چیزوں کو حرام کے ڈر کی وجہ سے چھوڑ دیں گے۔

شاہ صاحب سورۃ بقرہ کی آیت(ھدی للمتقین)کی تفسیر سفیان ثوری کے قول سے کرتے ہیں :

محمد بن یوسف فریابی آوردہ کہ من روزی سفیان ثوری را گفتم کہ نام شما مردم باین مرتبہ مشہور ست کہ در ہر مقدمہ سفیان ثوری سفیان ثوری میگویند و شما را دیدم کہ در خواب ے گذاریند فرمودند خاموش باش مدار این امر بر تقوی ست ۔(۵۹)

محمد بن یوسف فریابی سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن سفیان ثوری

سے کہاکہ آدمیوں کے ہر مقدمہ میں تمہارا نام بہت مشہور ہے کہ سفیان ثوری ،سفیان ثوری میں نے تمہیں دیکھاہے کہ آپ رات نیند میں گزارتے ہیں، فرمایا خاموش ہوجاؤ اس امر کا مدار تقوی پر ہے ۔
آپ علیہ الرحمۃ نے سورۃ بقرہ کی آیت(قَالُوا ہَذَا الَّذِی رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَأُتُوا بِہِ مُتَشَابِہًا)(۶۰)کی تفسیر کرتے ہوئے تابعین کی روایت کومحل توضیح بنا یا ہے:
از حسن بصریؒ و دیگر تابعین منقول است کہ میوۂ بہشت در صورت یک رنگ خواہند بود و در لذت و طعم مختلف و متفاوت ۔(٦١)
حضرت حسن بصری اور دیگر تابعین سے منقول ہے کہ بہشت کے میوے صورت کے لحاظ سے ایک رنگ کے ہونگے اور ان کے ذائقے جدا جدا ہوں گے ۔
صاحب تفسیرنے جلیل القدر تابعین میں سے امام سفیان ثوری اور حسن بصری کے اقوال کی روشنی میں تقویٰ کی حیثیت بیان کی ہے۔

اسرائیلی روایات :

اسرائیلیات سے مراد ایسی روایات جو اہل کتاب سے منقول ہوں ،تفسیر کے باب میں صرف ان اسرائیلی روایات سے استشہاد کیا جاسکتاہے جو شریعت کے مزاج کے مخالف نہ ہوں اور نہ ہی کسی اصول شرعی سے معارض ہوں، شاہ صاحب نے دوران تفسیر اسرائیلی روایات سے استدلال کیا جس کی ایک مثال درج ذیل ہے۔ آپ سورہ بقرہ کی آیت (وماانزل علی الملکین ببابل ہاروت وماروت) (٦٢)کی تفسیر میں اسرائیلی راوایات کاذکر کرتے ہیں :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ دومۃ الجندل والوں سے ایک عورت آپ کے وصال کے بعد آئی اور وہ حضور کو ڈھونڈ رہی تھی اور کہتی تھی کہ مجھے آپ سے ایک چیز پوچھنا تھی افسوس کہ آپ رحلت فرما گئے ہیں ۔جب وہ میرے پاس آئی ،میں نے کہا کہ آپ اپنی حاجت بیان کرو اس نے کہا میرا ایک شوہر تھا جو کہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتا تھا اور صلح کی طرف ہر گز مائل نہیں ہوتا تھا جبکہ میں اس واقعہ سے بہت تنگ دل تھی ۔اچانک ایک بڑھیا میرے گھر میں داخل ہوئی ۔میں نے اس کے سامنے اس واقعہ کی شکایت شروع کر دی ۔اس نے کہا کہ میں جو کچھ تم سے کہوں اگر تو اس پر عمل کرے تو تیرا شوہر تیرا غلام بن جائے گا ۔میں نے کہا کہ میں ضرور بجا لاؤں گی جب رات کا پچھلا پہر ہوا وہ بڑھیا میرے پاس آئی اور اپنے ساتھ دو سیاہ کتے لائی ۔ایک کتے پر خود سوار ہو گئی ۔اور دوسرے پر مجھے سوار کیا اور ہم روانہ ہوئیں ۔ایک لمحہ گزرا تھا کہ ہم سرزمین بابل میں پہنچ گئیں وہاں ہم نے دیکھا کہ دو آدمیوں کو ان کے پاؤں کے بل الٹا لٹکا رکھا ہے ان دونوں مردوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیو ں آئی ہو ؟میں نے اس بڑھیا کے سکھانے پر کہا کہ جادو سیکھنے آئی ہوں ۔ان دونوں نے کہا کہ جادو کفر ہے اسے سیکھنے سے آدمی کافر ہو جا تا ہے ،اپنے گھر واپس چلی جا ۔ میں نے کہاکہ جادو سیکھے بغیر میں ہر گز واپس نہیں جاؤں گی ،وہ اگرچہ مجھے منع کرتے تھے ۔میں اصرار کر رہی

تھی جب میرا اصرار زیادہ ہوا توانہوں نے مجھے کہا کہ اس تنور کی طرف جا اور اس میں پیشاب کر ۔میں اس تنور کی طرف گئی تو مجھ پر خوف طاری ہو گیا اور میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے میں واپس ہو گئی ۔اور ان کے پا س پہنچی میں نے کہا کہ میں پیشاب کر آئی ہوں ۔انہوں نے کہا کہ تونے کیا دیکھا؟میں نے کہا کہ کچھ نہیں دیکھا ۔ انہوں نے کہا کہ جھوٹ کہتی ہے تو نے پیشاب نہیں کیا اب بھی تیرے لیے بہتر ہے کہ تو گھر کو لوٹ جا اور کافر نہ ہو ۔میں نے کہا کہ میں ہر گز نہیں جاؤں گی ۔

انہوں نے کہا کہ تنور میں جا کر پیشاب کر ۔میں پھر تنور کی طرف گئی پھر وہی حالت درپیش آئی ۔یہاں تک کہ تین بار یہی واقعہ ہوا۔چوتھی مرتبہ میں جرأت کر کے اس میں پیشاب کرد یا ۔میں نے دیکھا کہ ایک زرہ پوش مسلح گھوڑ سوار جو کہ سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق ہے ،اندر سے باہر آرہا ہے۔اور وہ اڑ کر آسمان کی طرف چلا گیا اورمیری آنکھوں سے غائب ہو گیا ۔میں ان کے پاس گئی اور اس واقعہ کا اظہار کیا ،انہوں کہا کہ توسچ کہتی ہے ۔یہ زرہ پوش سوار تیرا ایمان تھا جو تجھ سے نکل کر چلا گیا ہے اب تو جا دو کے فن میں کامل ہو گی میں نے اپنی ساتھی بڑھیا سے کہا کہ میں جادو سیکھنے آئی تھی ابھی تک کچھ بھی نہیں سیکھا اور یہی انہوں نے مجھے تعلیم دی تو میرا مطلب حاصل نہیں ہوا۔اس بڑھیا نے کہا کہ تونہیں جانتی کہ ان کی تعلیم اس طرح کی ہوتی ہے اب جس چیز کو جو تو کہہ دے گی وہ اس طرح ہو جائے گی ۔میں نے کہا کہ کیسے یقین آئے ۔اس بڑھیا نے کہا کہ گند م کا ایک دانہ لے اور زمین میں ڈال اور کہہ کے زمین سے باہر آ۔میں نے ایسا ہی کہا اور میرے کہنے سے ہی باہر آگیا ۔میں نے کہا کہ لمبا ہو جا ،لمبا ہو گیا ،پھر میں نے کہا کہ سٹہ باہر لا ،سٹہ باہر لایا پھر میں نے کہا کہ خشک ہو جا ،وہ خشک ہوگیا، پھر میں نے کہا کہ آٹا بن جا ،وہ آٹا بن گیا پھر میں نے کہا کہ پکی ہوئی روٹی ہو جا ،تو وہ پکی ہوئی روٹی ہوگئی ۔جب میں نے یہ دیکھا کہ جس چیز کو جو کہتی ہو ں و ہ اس طرح ہو جا تی ہے میرے دل میں میرا ایمان چلے جانے پر بہت افسوس ہے۔اور اے ام المؤمنین میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں نے ابھی تک کسی کے حق میں برائی نہیں کی اور نہ کروں گی، اب رسول خداکے اوصاف جلیلہ سن کر آئی ہوں کہ آپ سے کوئی تدبیر پوچھوں تاکہ میرا گیا ہوا ایمان واپس آجائے اور جب میں نے آپ کو ظاہری حیا ت میں نہیں پایا تو ،بہت حسرت میں ہوں ۔حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنھا نے فرمایا کہ آپ کے بہت سے صحابہ کرام موجود ہیں ،جا ان سے سوال کر ۔وہ عورت تمام صحابہ کرام کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اوراپنا حال بیان کیا۔صحابہ کرام میں سے کسی نے جرأت نہ کی کہ اس کے ایمان کی واپسی کی تدبیر بیان کرے مگر ابن عباسؓ اور دیگر صحابہ نے کہا کہ اگر تیرے والدین میں سے کوئی ایک زندہ ہوتو تجھے کفایت کرتاہے اور ان کی خدمت بجا لا تاکہ تیرا ایمان واپس آجائے ۔(۶۳)

شاہ صاحب جہاں اسرائیلی روایات نقل فرماتے ہیں وہاں ان پر پید ا ہونے والے سوالات و اشکالات کو ذکر کرتے ہیں ۔ان اشکالات کے پیدا

ہونے کی عقلی ونقلی وجوہات بیان کرتے ہیں ،اس کے بعد اگر تردید روایا ت ان کے نزدیک نامناسب ہو یا علمی اعتبار سے غلط ہو تو اس کی انتہائی عالمانہ توجیہات کرتے ہیں اور ان تو جیہات میں تنوع و تعدد اختیار کرتے ہیں تا کہ اشکال و اغراض کی کوئی صورت باقی نہ رہے ۔

تفسیر بالرائے:

علامہ ذہبی نے تفسیر بالرائے کی تعریف لکھی ہے :

"یطلق الرای علی الاعتقاد،وعلی الاجتہاد ،علی القیاس ،ومنہ اصحاب الرای ،ای اصحاب القیاس ،والمراد بالرای ھٰھنا "الاجتہاد" وعلیہ فاالتفسیر بالرای عبارۃ عن تفسیر القرآن بالاجتہاد۔"(۶۴)

رائے کا اطلاق ،اعتقاد ،اجتہاد اور قیاس پر ہوتاہے اور اس سے ہے اصحاب الرائے ،یعنی اصحاب القیاس اور یہاں پر رائے سے مراد اجتہاد ہے ،اسی لیے اجتہاد سے کی جانے والی تفسیر کو تفسیر بالرائے کہتے ہیں ۔

تفسیر بالماثور کے ساتھ ساتھ تفسیری منہج میں تفسیر بالرائے کی اصطلاح بھی بہت مشہور ہے ۔آپ کے تفسیری منہج میں تفسیر بالرائے کا عنصر بہت نمایاں نظر آتا ہے لیکن آپ نے تفسیر بالرائے کا وہ طریقہ نہیں اپنایا جس کی حدیث میں ممانعت آئی ہے،بلکہ آپ نے وہ منہج اختیار کیا جو جائز اور محمود ہے۔

شاہ صاحب سورۃالانفطارکی آیت (کِرَامًا کَاتِبِیۡنَ)(۶۵)کی تفسیر اپنی رائے سے کرتے ہیں:

آن نگہبانان را پردہ و حجاب و تستر و اختفا ہر گز مانع اطلاع بر احوال شما نمیشود گمان نہ کنید کہ حیلہ تزوی چنانچہ از خفیان نویسان و وقایع نگاران دنیا اعما ل خود را میتوانیم پوشید از انہا پوشیدہ و اریم ۔(٦٦)

ان چوکیداروں کو کسی طرح سے تمہارے احوال پر پردہ اور پوشیدگی نہیں ہے اور یہ بھی گمان مت کرنا کہ جس طرح دنیا کے اخبار نویسوں اور خفیہ نویسوں سے کسی مکر اور حیلے سے اپنا حال چھپا لیتے ہو اس طرح ان سے بھی اپنا حال چھپا لو گے۔

شاہ صاحب نے " کراماً کاتبین " کو دنیا کے اخبار نویسوں اور خفیہ نویسوں پرمحمول کرنے کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح ایک انسان اپنے اعمال دنیا میں مکر وفریب سے اخبارنویسوں سے چھپا لیتاہے ،مگر کراماً کاتبین سے اپنا حال کسی صورت بھی نہیں چھپا سکتا۔

اسی سورۃ کی آیت(یَوۡمَ لَا تَمۡلِکُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَیۡءً)(۶۷)کے ضمن میں شا ہ صاحب نے عقلی تفسیر کی ہے:

در دنیا چون شخص بہ بلای گرفتار میشود اول با عوام مردم آن بلا را درمیان می نہد و چارۃ کارمی جوید و چون ازعوام کاراوبرنے آیدبخواص کہ تعلق بدفع آن بلادارند التجا میرومثل طبیبان حاذق د ردفع امراض وجراحان چابکدست در او رام و بثور وکحالان تیز نظر در آفات العین و حاکمان عادل در مقدمہ

ظلم وستم وتجربہ کاران افسقال در دیگر امور وچون ایمردم بحال او متوجہ نمیشوند نا چار بشفاعت ہمچشمان یا محبوبان آنہا استمداد می کند و گر ہی از کار او می کشاید ودران روز علاقہ ہا ہمہ برباد خواہد رفت پاس ہیچ کس را منظور نخواہد ماند -(۶۸)

اس دن کی شدت کو اس مقام پر اس طرح بوجھا جا سکتاہے کہ دنیا میں اگر کوئی شخص کسی مصیبت میں مبتلا ہو جا تا ہے تو پہلے اس شہر کے لوگوں سے اس بلا کے دفعیے کی تدبیر پوچھتاہے اور اپنی خلاصی ڈھونڈتاہے۔جب دیکھتاہے کہ عوام الناس سے کچھ مطلب نہیں حاصل ہو رہا تب وہ اس مصیبت سے چھٹکارا پانے کے لیے اس شہر کے خاص لوگوں کی طرف رجوع کرتا ہے۔جس طرح حاذق طبیب کی طرف رجوع کرتے ہیں لوگ بیماریوں کے خاتمے کے لیے ، پھوڑے اور ورموں میں لوگ ماہر جراحو ں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آنکھوں کی مصیبت میں تیز نظر کحالوں کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔ اسی طرح عادل حکمرانوں کی طرف مظلوم اور زیادتی کا شکار ہونے والے لوگ رجوع کرتے ہیں اور ماہر تجربہ کار لوگوں کی طرف اناڑی لوگ رجوع کرتے ہیں۔جب دیکھتاہے کہ ان میں سے کوئی بھی میرے کام کی طرف توجہ نہیں دے رہا تب وہ ناچار ہو کر ان کے دوست احباب سے سفارش کراتاہے اور ان سے مدد چاہتاہے اور اپنا کا م حاصل کرناچاہتا ہے۔ لیکن اس دن سب رشتے ناطے ختم ہوجائیں گے ۔

مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ کس طرح آپ علیہ الرحمۃ نے عقلی طور پر آخرت کے دن کو دنیا فانی کے مصیبت زدہ شخص کی حالت سے بیان کیا ہے کہ اس دنیا میں انسان کسی نہ کسی طریقے سے ،سفارش سے ،تاوان دے کر اپنی تکلیف دور کروانے کی کوشش کرتا ہے ،لیکن اس دن سب رشتے ناطے ختم ہو جائیں گے ۔اس دن کوئی شخص کسی دوسرے کے کام نہیں آئے گا۔

علم اشتقاق

قرآن فہمی کا سب سے آسان اور بہترین ذریعہ لفظ کی لغوی اور صرفی ہئیت کو سمجھنا ہے ،تاہم شاہ صاحب نے اپنی تفسیر میں بدرجہ اتم اس کا اہتمام کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

ولہٰذا علمای اشتقاق بعد از تامل و تتبع تراکیب متناسبہ پے بہ حقیقت کار بردہ اند فرق درمیان تراکیب متقاربہ نمو دہ مثل فصم بفا و قصم بقاف کہ فصم شستن چیز است بے آنکہ جدا شود و قصم شکستن چیز است تاآنکہ جدا شود و علی ھٰذا لقیاس جبذ و جذب ومدح و حمد(۶۹)

علمائے اشتقاق کا تراکیب متناسبہ میں تأمل اور تتبع کرنے کے بعد ان کا علم حقیقت کار کی طرف گیا، انہوں نے تراکیب متقاربہ میں فرق کیا ۔جیسا کہ لفظ فصم کا بالفاء اور لفظ قصم کا بالقاف فصم کا معنیٰ ہے جدا کیےبغیر کسی چیز کو توڑنا ۔ اور قصم کا معنیٰ ہے کسی چیز کو توڑنا یہاں تک کہ وہ جدا ہو جائے و علی ھٰذالقیاس جبذ، جذب ، ومدح اور حمد۔

اسی سورۃ کی آیت(إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ)(۷۰)کی تفسیر میں شاہ صاحب نے لفظ تکویرکی

اشتقاقی حیثیت بیان کی ہے:
ومعنی تکویر در لغت عرب چیزیر اکہ گرد پیچیدن است مثل دستار یارسن کہ او را حلقہ بہ پیچید وکور العمامۃ بمعنی بیچ دستار را از ہمین لفظ است و چون آفتاب شعاع منبسط وارد و دور کردن آن شعا ع را در ذہن تشبیہ بہ پیچیدن دستار دادہ اند واین لفظ را با لطریق استعارہ استعمال فرمودہ اند گویا تا وقتیکہ شعاع او منبسط مانند تہان پارچہ بود کہ او را کشادہ انداختہ بودند و چون شعاع او زائل شد و جرم او مانند چکتہ پنیر بے نور ماند گویا کہ آن تہان را پیچید ند -(۷۱)
تکویر کے معنی عرب کی زبان میں کسی چیز کو گرد لپیٹنے کے ہیں۔ جس طرح رسی یا پگڑی کو حلقہ کر کے لپیٹتے ہیں ''کوّر العمامۃ'' کوّر اسی معنیٰ کے استعمال میں ہے اور آفتاب کی شعایں دراز ہوتی ہیں۔ شعاؤں کوذہنی طورپرپگڑی کے لپیٹنے سے تشبیہ دی ہے اور اس لفظ کو بطور استعارے کے استعمال فرمایاہے،گویا جب تک اس کی شعاع پھیلی ہوئی ہے ،اس تھان یا پارچے کی مانند ہے کہ اس کو کھول کر پھیلا دیا ہے اور جب وہ شعا ع زائل ہو گئی اور اس کاجسم پنیر کی چکی کی مانند بے نور ہو گیا، تو گویا اس تھان کو تہہ کر لیا گیا ہے ۔
شاہ صاحب نے لفظ ''تکویر '' کا لغوی معنی مختلف طرق سے بیان کیا ہے ،تاکہ ہرشخص قرآن کی آیت کا مفہوم آسانی سے سمجھ سکے ۔
سورۃ التکویر کی آیت (واذ لمؤودۃ سئلت)(۷۲) کے ضمن میں بیان فرماتے ہیں :
مؤودہ در لغت عرب آن دختر را کہ زندہ درگور می کردند مشتق از و ادیئد و در عرب رسم بود کہ دختران -(۷۳)
مؤودہ عرب کی لغت میں جیتی جاگتی گاڑ دی ہوئی لڑکی کو کہتے ہیں یہ مشتق ہے و ادیئد سے اور عرب میں رسم تھی کہ لڑکیوں کو پیداہوتے ہی گاڑ دیتے تھے۔ مذکورہ بالا عبارت میں شاہ صاحب نے لفظ'' مؤودۃ '' کی لغوی حیثیت بیان کی ہے ۔تفسیر کے دیگر مختلف مقامات پربھی الفاظ کی اشتقاقی ہیئت بیان کی گئی ہے ۔

قرأت قرآنیہ سے استشہاد

آپ نے دوران تفسیر علم قرأت کی اصطلاحات کو واضح کیا ہے ۔فرماتے ہیں کہ حرفوں کے فی حد ذاتہا خواص مختلف ہیں۔آپ یوں لکھتے ہیں:
حروف را فی حد ذاتہا خواص مختلف است مثل جہر و ہمس و شدت و رخاوت و استعلا و تسفل(۷۴)
حروف کی فی حد ذاتہا کے مختلف خواص ہیں، جس طرح جہر ،ہمس ،شدت ،رخاوت ،واستعلا،اور تسفل ہیں ۔
مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ صاحب قرأت کے اصول و ضوابط کو تفسیر سے پہلے بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں تا کہ قاری صحیح تلفظ سے قرآن کو پڑھ سکے ۔اس کے علاوہ اور بھی مثالیں ہیں، جن میں شاہ صاحب لفظ کی تجویدی حالت کو بیان کرتے ہیں: سورہ مطففین کی آیت(کلا بل ران)(۷۵)کے

تحت لکھتے ہیں:
درینجا باید دانست کہ حفص دیگر قاریان معتبر بر لام بل سکتہ می کند ولام را ددر حرف را موافق قاعدہ یرملون صاف ادغام نمی نمایند فظاہر ست کہ این طریق را مروی ومنقول ازجناب پیغمبر خواہد بود ونزول وحی بر حسب آنواقع شدہ پس این امر نکتہ می خواہد وآن نکتہ بسیار باریک ست بدون تمہید مقدمہ در ذہن نمی نشیند اول باید دانست کہ قاعدہ بلغای ہر لغت ست بعد از بل یا بلکہ یا دیگر کلمات اضراب علی اختلاف اللغات اگر چیزی مذکور کنند کہ ذکر آن منظور داشتہ اند وقفہ وسکتہ نمینمایند بلکہ بل را بما بعد ش متصل می آرند و اگر بنا بر کراہت یا حاقارت یا مصلت دیگر آنچہ منظور بود در ذکر نیارند وچیز دیگر کہ کمترازان باشد اما در اشعار بمد عا کفایت کند عوض آن مذکور کنند وقفہ قلیلہ درمیان بل و ما بعد آن لازم میشاسند ورعایت این وقفہ نہایت بلاغت ست چنانچہ ہر کس را از اہل بلاغت درلغت خود بعد از تجربہ وقیاس این معنی -(٧٦)

یہاں سمجھ لینا چاہیے کہ حفص اور دوسرے قاری بَل کے لام پر سکتہ کرتے ہیں اور لام کو '' ر ''کے حرف میں '' یرملون قاعدہ کے مطابق ادغام نہیں کرتے اور ظاہر ہے کہ یہ طریقہ آ پ سے منقول ہو گاوحی کا نزول اس کے موافق ہوا ہو گابس یہ امرایک نکتہ کاطالب ہے اور وہ نکتہ نہایت باریک ہے،جوایک مقدمے کی تمہید کے بغیر ذہن میں نہیں جمتا ۔پہلی بات یہ سمجھ لینی چاہے کہ ہر لغت کے بلغاء کا قاعدہ ہے کہ بل یا بلکہ کے لفظ کے بعد یا دوسرے کلمات اضراب کے بعد علی اختلاف اللغات اگر کسی چیز کو مذکور کرتے ہیں تواگر اس کا ذکر منظو ر ہے تو وقفہ اور سکتہ نہیں کرتے بلکہ بل کے لفظ کو اس کے ما بعد کے الفاظ کے ساتھ متصل لاتے ہیں اور اگر کراہت ، حقارت یا کسی اور مصلحت کے واسطے جو کچھ منظور ہو، مذکور نہیں کرتے اور ایک دوسری چیزجو اس سے کمتر ہو اور مطلب پر آگاہ کرنے کے لیے کافی ہو، اس کے عوض ذکر کرتے ہیں، تو بل اور اس کے مابعد کے درمیان وقفہ قلیلہ لازم سمجھتے ہیں اور اس وقفہ کی رعایت نہایت بلیغ ہے ۔چنانچہ ہر شخص پراہل بلاغت سے اپنی لغت میں تجربے اور قیاس کے بعد یہ معنی ظاہر ہوتے ہیں ۔
موصوف نے سب سے پہلے لفظ'' بل '' کی تجویدی حیثیت مختلف قراء کے اقوال کی روشنی میں بیان کی ہے اور بعد ازاں اہل لغت کےقواعد و کلیات بیان کیے ہیں اور اس سے وقفے کی کیفیت بیان کی ہے ۔
سورۃا لبقرہ کی آیت(فَادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِہَا وَقِثَّاءِہَا وَفُومِہَا وَعَدَسِہَا وَبَصَلِہَا)(٧٧)کی تفسیر کرتے ہوئے شاہ صاحب قرأت کے اختلافات کا ذکر کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:
در قرأت عبداللہ بن مسعود وثومھا بجای (وَفُومِہَا)(٧٨) آمدہ و در آن معنی سیر متعین است ابوبکر ابن ابی الدنیا از ابن عباس روایت کردہکہ ے فرمودند قرأت مختار من قرأت زید بن ثابت است در شاتردہ حروف قرات ابن مسعود اختیار میکنم واز آنجملہ آنکہو من بقلھا وقثاءھا وثومھا-(٧٩)
حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت میں و فومھاکی بجاے وثومھاآیا ہے اور اس قرأت میں لہسن کے ہی معنی متعین ہیں اور ابوبکرابن ابی الدنیا نے ابن عباس سے روایت کی ہے ،فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سب سے بہترین قرأت زید بن ثابت کی قرأت ہے ،مگر سولہ مقامات میں ابن مسعود کی قرأت اختیا رکرتاہوں انہیں

میں سے ایک من بقلها وقثاءها وثومها ‘‘ ہے۔
شاہ صاحب نے یہ بات واضح کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ’’فومھا ‘‘ کی بجائے ’’ثومھا ‘‘پڑھتے تھے ’’فومھا اور ثومھا‘‘ دونوں معناً ایک ہیں صرف قرأت میں فرق ہے ۔

ناسخ ومنسوخ

فہم قرآن کے لیے ناسخ ومنسوخ کی معرفت بہت ضروری ہے تاکہ معلوم ہوسکے کس آیت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور اس کا ناسخ حکم کونسا ہے،جس پر عمل کرنے کے لیے انسان کو مکلف ٹھہرایا گیاہے ،اسی اہمیت کو پیش نظررکھتے ہوئے مفسرین اور اصولیین نے اپنی اپنی کتب میں اصول نسخ کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ،شاہ صاحب نے بھی ناسخ ومنسوخ کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر آیت جس کی تلاوت برقرار ہے اور اس کے احکام منسوخ ہوچکے ہیں اور وہ آیات جن کی تلاوت بھی منسوخ ہوچکی ہے اور ان کا حکم بھی منسوخ ہو چکا ہے،ہر دو صورت میں ان کی نشاندہی کی ہے۔سب سے پہلے ناسخ ومنسوخ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف بیان کی جاتی ہے :
علامہ جرجانی نے نسخ کے لغوی معنی میں لکھا ہے:
النسخ :فی اللغۃعبارۃ عن التبدیل والرفع والازالۃ-(۸۰)
لغت میں نسخ عبارت ہے تبدیلی ورفع اور ازالہ سے۔
علامہ نسفی نے نسخ کی اصطلاحی تعریف یوں بیان کی ہے :
و فی الاصطلاح قیل ھو رفع حکم بدلیل شرعی متاخر و قیل بیان منتھی ما اراد اللہ تعالی بالحکم الاول من الوقت ،والاصح انہ بیان انتھاء الحکم الشرعی المطلق الذی فی تقدیر او ھامنا استمرارہ بطریق التراخی۔(۸۱)
یعنی ایک قول تو یہ ہے کہ نسخ بعدمیں آنے والی شرعی دلیل ہے پہلے حکم کا ختم کرنا ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی نے پہلے حکم کو جس وقت تک باقی رکھنا تھا اس کی مدت انتہا کا بیان ہے اور صحیح ترین قول یہ ہے کہ نسخ سے مراد متاخر حکم کے ساتھ مطلق شرعی حکم کی مدت انتہا کا بیان ہے جس کا جاری رہنا ہمارے ذہنوں میں تھا ۔
ذیل میں تفسیر فتح العزیز سے ناسخ و منسوخ کےقرآنی نظائر پیش کیے جاتے ہیں :
شاہ صاحب سورۃ بقرہ کی آیت(مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا)(۸۲)کی تفسیر میں
آیات منسوخہ کی نشاندہی بھی کرتے ہیں:
(وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ)(۸۳)کہ حکم آن وجوب عدت یکسال وبہ آیت دیگر کہ حکم آن وجوب عدت چہار ماہ ودہ روز ست منسوخ شدہ حالانکہ این آیت نیز در قرآن موجود است وفراموش نشد بلکہ بزبان حافظ جاریست ومثل آیت:(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً)(۸۴)کہ حکم آن نیز منسوخ ست و تلاوتش باقی وہمچنان آیت مصابرہ در جنگ کفار کہ یکی را مقابل دہ کس حکم ثبات بود منسوخ ست و در سورۃ انفال موجود ومقرؤ

(۸۵)-
(والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجھم متاعاالی الحول غیر اخراج) اس آیت کا حکم یہ ہے کہ ایک سال کی عدت واجب ہے ۔دوسر ی آیت کے حکم سے اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا ہے کہ عدت چار مہینے دس دن واجب ہے ،حالانکہ یہ آیت قرآن پاک میں موجودہے اور حفاظ کی زبانوں پر جاری ہے(یاایھا الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ)اس آیت کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور اس کی تلاوت باقی ہے۔ سورۃ انفال میں مصابرہ اور کفار کے مقابلے میں ٹھہرنے کا حکم کہ ایک کو دس آدمیوں کے مقابلے سے بھاگنا نہ چاہیے، بلکہ مقابل میں رہے۔ یہ حکم منسوخ ہوچکا ہے اور اس کی تلاوت کی جاتی ہے ۔
موصوف نے مذکورہ بالا اقتباس میں ان آیات کی نشاندہی کی ہے جن کی تلاوت تو باقی ہے البتہ ان کا حکم منسوخ ہو چکا ہے ۔
وہ آیات جن کے احکام موجود ہیں لیکن ان کے الفاظ منسوخ ہو گئے ہیں، ان کے بارے میں شاہ صاحب نے اپنی تفسیر میں نشاندہی کی ہے ۔فرماتے ہیں :
الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم(۸٦)کہ حکمش بر قرار است ولفظ بخوبی یاد نمایند-(۸۷)
بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب دونوں زنا کریں تو ان دونوں کو رجم کرو۔ البتہ یہ اللہ کی طرف سے عبرت ہے اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والاہے ۔اس کا حکم برقرار ہے لیکن اس کے الفاظ منسوخ ہیں ۔
ناسخ حکم میں ہی انسان کے لیے سہولت کا پہلو ہوتا ہے چہ جائیکہ بعض منسوخ آیات پر عمل بظاہر آسان لگتا ہو،اس بارے میں شاہ صاحب نے لکھا ہے:
اگرچہ منسوخہ در خیریت زائد باشد از ناسخہ در بعضے اوقات تفصیل این اجمال آنکہ اگر آیت منسوخۃ الحکم ست پس ناسخ او آیت دیگر ے آید کہ حکم دیگر ازان مستنبط ے شود و آن حکم نسبت بہ حکم منسوخ بہتر میباشد کہ سہل تردرعمل میشود مثل(فَاقْرَءُ وا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ) (۸۸)
(قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلاً نِصْفَہُ أَوِ انْقُصْ مِنْہُ قَلِيلاً)(۸۹)کہ سہل تر(اوْ زِدْ عَلَيْہِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلا) ازست در عمل یا در عمل ہم سہل میباشد وبا مصلحت وقت ہم موافق تر-(۹۰)
اگرچہ منسوخ میں ناسخ کی نسبت زیادہ خیر ہو اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی آیت کا حکم منسوخ ہو تا ہے تو اس کی ناسخ دوسری آیت ہوتی ہے کہ اس آیت سے دوسراحکم نکلتاہے اوریہ حکم دوسرے حکم سے زیادہ بہتر ہوتا ہے اور عمل میں بھی آسان ترین ہوتا ہے۔ جس طرح ’’فاقرؤا ماتیسر من القرآن‘‘ کہ یہ آسان ترین ہے ۔اس حکم سے ’’قم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ ورتل القرآن ترتیل‘‘اور زیادہ موافق ہے۔
مذکورہ بالا عبارت میں شاہ صاحبؒ نے ناسخ اور منسوخ حکم کی افادیت کا نسبتاً ذکر کیا ہے کہ بعض اوقات منسوخ آیت میں ظاہری طورپر ناسخ کی نسبت زیادہ

فائدہ ہوتا ہے اور اس کو مثال کے ذریعے واضح کیا ہے ۔

روایات سبب نزول سے استدلال

شاہ صاحبؒ نے تفسیر کرتے ہوئے آیات کے مفہوم کو واضح کرنے کے لیےروایات سبب نزول سے استشہادکیا ہے ۔ جس طرح آپ سورہ بقرہ کی آیت (وللہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ) (۹۱)کی تفسیر میں سنن ترمذی اور ابن ماجہ کی روایت سے استدلال کیا:

ہم ایک غزوہ کے سفرمیں آپ کے ہمراہ تھے ۔ رات کا وقت تھا اور وہ رات بہت تاریک تھی کہ ستارے تک نظر نہیں آتے تھے ۔اس منزل میں قبلہ کی سمت معلوم نہیں تھی ،لوگوں نے اندازے سے ایک طرف منہ کرکے نماز ادا کی اور اس سمت کے نشان کے لیے لکیریں کھینچ دیں اور ان لکیروں پر پتھر رکھ دیے جب صبح روشن ہوئی ،ہم نے معلوم کیا کہ تمام لکیریں قبلہ کی سمت سے بدلی ہوئیں ہیں ۔ہم نے یہ ماجرا آپ کی بارگاہ میں عرض کیا اور شکایت کی یارسول اللہ ہم سب نے غیر قبلہ کی سمت نماز پڑھی ،تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل کی اور آپ نے فرمایا کہ تمہاری نماز درست اور مقبول ہوئی۔(۹۲)

اس ضمن میں شاہ صاحب نے چار شان نزول یہاں ذکر کیے ہیں اور ان میں صحابہ کرامؓ کے اقوال کا ذکر کیا ہے اور ان کا جائزہ لے کر ان اقوال کی روشنی میں اپنی ایک رائے قائم کی ہے ۔ مذکورہ بالا آیت کے شان نزول کے متعلق کہ آپ نے اس آیت سے حکم نکال کرفرمایا کہ قبلہ کی عدم معرفت کی وجہ سے غالب گمان سے قبلہ کی طرف ہو کر نماز پڑھ لی تو وہ ادا ہوگئی ۔ اس وقت اکثر صحابہ نے یہ گمان کیا کہ یہ اسی مقدمہ میں نازل ہوئی ہے ۔

تفسیر اشاری

تفسیر بالاشارہ کی تعریف میں علامہ ذہبی نے لکھا ہے:

ھو تاویل آیات القرآن الکریم علی خلاف ما یظھر منھا بمقتضیٰ اشارات خفیۃ تظھر لارباب السلوک ،ویمکن التطبیق بینھا و بین الظواھر المرادہ۔(۹۳)

تفسیر اشاری کا مطلب ہے کہ پوشیدہ اشارات ،جو اصحاب تصوف کو ہی معلوم ہوتے ہیں ،کی بناء پر قرآن پاک کی ایسی تفسیر بیان کی جائے ،جو اس کے ظاہری مفہوم کے خلاف ہو، البتہ ظاہری اور باطنی مفہوم میں جمع وتطبیق کا امکان ہو ۔

شاہ صاحب نے بعض مقامات پرقرآن پاک کی تفسیر کو صوفیانہ رنگ میں پیش کیا، جس طرح سورۃ الفاتحہ کی آیت (ایّاک نستعین)(۹۴) کے تحت صوفیانہ تفسیری نکات کو بیان کیا:

"بعضی اھل معرفت گفتہ اند کہ استعانت درینجاطلب عون نیست بلکہ طلب عین و معاینہ است یعنی عبادت از طرف مااست و مرتبہ معاینہ دادن و بعین الیقین رسانیدن کار تست"۔(۹۵)

اہل معرفت کے نزدیک، استعانت سے مراد اس جگہ طلب عون نہیں بمعنیٰ طلب

معاینہ ہے، یعنی عبادت ہماری طرف سے ہے اور معاینہ کامرتبہ دینا اورعین الیقین تک پہنچانا تیرا کام ہے۔

اسی طرح سورت فاتحہ کے پہلے حصے کے متعلق آپ لکھتے ہیں:

حقیقت میں عبادت یہ ہے کہ انتہائی تعظیم کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنا، شریعت میں ا سکی چند اقسام ہیں۔ بعض اقسام کا تعلق ظاہر کے ساتھ ہے اور بعض کا تعلق باطن کے ساتھ ہے۔ ظاہری یہ ہے کہ آدمی زبان کے ساتھ یاد کرے، قرآن پاک کی تلاوت ، تسبیح و تہلیل اور دیگر دعاؤں کو اپنی زبان سے بجا لائے اور آنکھ سے عبادت یہ ہے کہ کسی اچھی چیز کی زیارت کرنا، جس طرح کعبہ شریف کی زیارت کرنا ، قرآن پاک کی زیارت کرنا ، بزرگان دین کی زیارت کرنا ، شہداء اور صالحین کی قبور کی زیارت کرنا، کہ جنہوں نے اپنی جان کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا اور اللہ کی یاد میں اپنا قیمتی وقت صرف کیااور ایسی اشیاء کی زیارت کرے جن سے اللہ کی قدرت اور اسکی حکمت پر دلالت ہوتی ہو ۔جس طرح آسمان ، ستارے، دریا میں چلتی ہوئی کشتی اور قرآن پاک کی تلاوت کو اپنے کانوں سے غور سے سننا، اس کے ذکر کی محافل سننا، اپنے دل کو اس کی اطاعت کی طرف راغب کرنا، ا سکے اسمائے مبارکہ کو اپنے ہاتھوں سے لکھنا ، اپنے پاؤں سے چل کر مسجد کی طرف آنا، حج کی زیارت کے لیے جانا، نیک بندوں کی زیارت کے لیے جانا، اس کے دشمن سے جہاد کے لیے جانا اوربے کس لوگوں کی حاجت روائی کے لیے نکلنا۔ دوسری قسم باطنی یہ ہے کہ اس کی آیات میں غور و فکر کرنا ، قرآن پاک کے معنیٰ و مفہوم میں غور و فکر کرنا، شرعی احکام کی تلاش میں غور و فکرکرنا، یہ ساری عبادت عقل سے متعلق ہے اور جہاں تک نفس کی عبادت کا تعلق ہے، تو وہ اپنی پسندیدہ اشیاء کو چھوڑدینا ہے۔ مثال کے طور پر روزے رکھنا ، اللہ کی رضا کے لیے اعتکاف کرنا، اللہ کے راستے میں آنے والی تکالیف کو برداشت کرنا ، جزع وفزع کو چھوڑ دینا ،گناہوں سے بچنا اور دل کی عبادت محبت ہے کہ اس کے محبوب بندوں سے محبت کرنا، اس کے مبغوض بندوں سے اللہ کی رضا کی خاطر بغض رکھنا۔ روح کی عبادت یہ ہے کہ اس کے مشاھدہ میں ان تھک کوشش کرنااور مراقبہ کر کے انس اور لذت کو پانا۔ سری عبادت یہ ہے کہ اس کی معرفت میں مستغرق رہنا۔ مالی عبادت یہ ہے کہ اس کے راستے میں زکاۃدینا اورصدقہ وخیرات کرنا۔(۹٦)

شاہ صاحبؒ کے نزدیک عبادت حقیقت میں کہتے ہی اسے ہیں کہ آدمی اپنے جسم کے تمام اعضاء کو اس کی مرضیات میں مستغرق کر دے۔

سورۃ النباء کی آیت(يَا لَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا)(۹۷)کی تفسیر صوفیانہ انداز میں کرتے ہیں:

''بعضی از صوفیہ فرمودہ اند کہ مراد این خاک شدن آن ست کہ مانند خاک متواضع وفروتن میبودم وترفع وتکبر وسرکشی وطغیان نمیکردم'' -(۹۸)
بعض صوفیا کے نزدیک خاک ہونے سے مراد یہ ہے کہ میں خاک کی مانند عاجزی اور انکساری کرتا، بڑائ، تکبر،سرکشی اور نا فرمانی نہ کرتا۔
سورہ بقرہ کے تعارفی مضمون میں شاہ صاحب نے ذبح بقرہ کے واقعہ میں صوفیانہ نقطہ بیان کیا ہے کہ اس میں مقتول کے زندہ ہونے کا سبب اسے گائے کے اعضاءکا مارنا نہیں بلکہ اللہ کی قدرت و حکمت ہے لہذا یہاں انسان کو یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ:''دل مردہ را نیز بذبح نفس امارہ زندہ میتوان کرد'' -(۹۹)
مردہ دل کو نفس امارہ کے ذبح کرنے کے ساتھ زندہ کر سکتے ہیں۔
شاہ صاحب نے باقاعدہ طور پراصول تفسیر پر کوئی کتاب تالیف نہیں کی بلکہ اس مقالہ میں آپ کی تفسیرکے مطالعہ سے اصول تفسیر اخذ کیے گئے ہیں اوربالامثلہ ان کااطلاق کیا گیاہے ۔ اصول تفسیرمیں سے پہلا اصول جو آپ نے اپنایا وہ قرآن کی تفسیر قرآن سے ہے ،اسی طرح احادیث کی روشنی میں آپ نے تفسیر کی اور احادیث کا حکم بھی لگایاکہ یہ حدیث مرفوع ہے،موقوف ہےیاضعیف ہے وغیرہ ۔تیسرا اصول جو آپ نے اختیار کیا ہے، وہ تفسیرباقوال الصحابہ ہے ۔ جہاں صحابہ کا قول نہیں ملا، وہاں پر آپ نے تابعین کے اقوال سے استدلال کیا ۔ آپ نے ضرورت کے تحت تفسیرمیں اسرائیلی روایا ت سے استشہاد کیا اور ان کی صحت اور عدم صحت سے تفصیلا بحث کی ۔ آپ نے لفظ کی لغوی حیثیت بیان کرکے پھر آیت کی تفسیر واضح کی ہے تاکہ قاری کو آیت کا مفہوم سمجھنے میں آسانی ہو۔مزید برآں کسی لفظ کی قرأت میں واقع اختلاف کا ذکرکرتے ہیں اور لفظ کی ادائیگی کی اصطلاحات بیان کرتے ہیں۔ شاہ صاحب نے دوران تفسیر اصول نسخ کا اطلاق کرتے ہوئے قرآن مجید کے ناسخ اور منسوخ مقامات کی نشاندہی کی ہے ۔آیات کےمفہوم کے تعین میں روایات سبب نزول سے استدلال کرتے ہیں ۔شاہ صاحب نے قرآن مجید کی ظاہری تفسیر کے ساتھ ساتھ آیات کے باطنی مفاہیم کے بیان کا بھی اہتمام کیا اور ا س ضمن میں نہایت لطیف صوفیانہ نکات بیان کیے ہیں ۔

حواشی و حوالہ جات

۱ شاہ عبدالعزیز ۱۱۵۹ھ بمطابق ۱۷۴۵ ء میں پیدا ہوئے ۔شاہ ولی اللہ کے بعض رفقا نے اِن کا تاریخی نام ''غلام حلیم ''رکھا۔ جیسا کہ ملفوظات

میں ہے:''ایک شخص نے میرا نام قرآن سے نکالا ہے فبشرناہ بغلام حلیم''۔آپ کا وصال ۱۲۳۹ھ اور بمطابق ۱۸۲۲ ء میں ہوا۔

۱ شاہ عبدالعزیز ،ملفوظات عزیزی مطبع مجتبائی،دہلی ۱۳۱۴،ص۹۷؛ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی،فتاوی عزیزیہ،مطبع مجتبائی،دہلی ۱۳۱۴ء ج۱،ص۹

۲ ابن تیمیہ ،مقدمہ فی اصول التفسیر ، المکتبہ العلمیہ ،لاہور ،ص ۲۹تا ۳۵

۳ الفاتحہ ۱:۷

۴ شاہ عبدالعزیزدہلوی،فتح العزیز المعروف تفسیرعزیزی،مکتبہ مجتبائی،دہلی،ج۱،ص۱۱

۵ البقرۃ۲:۱۰۲

۶ البقرۃ۲:۴۲

۷ البقرۃ۲:۴۲

۸ فتح العزیز ،ج۱،ص۱۱

۹ المائدہ ۵ :۷۷

۱۰ فتح العزیز،ج۱،ص۱۱

۱۱ البقرۃ۲ :۲۳

۱۲ السجدہ۳۲:۱۷

۱۳ ابراہیم ۱۴ :۱۷، ۱٦، ۱۵

۱۴ العنکبوت۲۹:۴۰

۱۵ الشعراء۲٦ :۲۰۵ تا ۲۰۷

۱۶ فتح العزیز ،ج۱،ص ۱۳۱

۱۷ البقرۃ۲ :۴۴

۱۸ الصف۶۱:۲

۱۹ فتح العزیز ،ج۱ ،ص۲۱۴

۲۰ الانفطار۸۲:۱۲

۲۱ ق۵۰:۱۸

۲۲ فتح العزیز ، ج۲، ص ۸۷

۲۳ التکویر ۸۱:۷

۲۴ فتح العزیز،ج۲، ص ۶۱

۲۵ الواقعہ ۵۶:۷

۲۶ الفاتحہ ۱:۶

۲۷ بیہقی،ابوبکراحمدبن حسین،شعب الایمان،باب ذکرحدیث جمع القرآن،بیروت ،داراحیاء التراث العربی،ج۱،ص۱۹۹،رقم الحدیث:۱۷۶

۲۸ الفاتحہ ۱:۷

۲۹ فتح العزیز ،ج۱،ص۴۵

۳۰ المطففین ۸۳:۱

٣١ ابن ہمام،عبدالرزاق صنعانی،المصنف ،باب المحافظۃعلی الاوقات،کراچی، ادارۃالقرآن،١٣٩٠ھ، ج٢، ص٣٧٣،رقم٣٧٥
٣٢ فتح العزیز ،ج٢،ص٩٠
٣٣ المطففین ٨٣:١
٣٤ رازی،فخرالدین ،مفاتیح الغیب،بیروت ،دارالفکر،١٣٩٨ھ،ج١۶،ص۴٠٢
٣٥ فتح العزیز ،ج٣،ص٩٠
٣۶ التکویر ٨١:١
٣٧ طحاوی،ابوجعفراحمدبن محمد،مشکل الآثار،باب الشمس والقمرثوران مکوران یوم القیامہ،لاہو،مطبع جتبائی١۴٠۴ھ،ج١،ص١٩١،رقم الحدیث:١۶٠
٣٨ فتح العزیز ،ج٣،ص۵٩
٣٩ التکویر ٨١:١۴
۴٠ بخاری،ابوعبداللہ محمدبن اسماعیل،الجامع الصحیح،باب سکرات الموت ،رقم الحدیث:۶١۴۶
۴١ فتح العزیز ،ج٣،ص۶۵
۴٢ الفاتحہ ١:٣
۴٣ مسلم بن حجاج قشیری، الجامع الصحیح ،باب تحریم الظلم ،رقم الحدیث:۶٧٣٧
۴۴ فتح العزیز ،ج١،ص٢٦
۴۵ المطففین ٨٣:٩
۴۶ فتح العزیز ،ج٢،ص٩۴-٩۵
۴٧ الفاتحہ ١:٣
۴٨ نیشاپوری،نظام الدین ،غرائب القرآن ورغائب الفرقان،بیروت،دارلکتب العلمیہ،١۴١٦ھ ،ج١،ص١١٠
۴٩ فتح العزیز ،ج١،ص۵۵
۵٠ ابن کثیر،عمادالدین اسماعیل بن عمر،تفسیر القرآن العظیم،بیروت ،ادارہ اندلس،١٣٨۵ھ،ج١،ص٧٣۵
۵١ فتح العزیز،ج١، ص۵٠-۵١
۵٢ ایضاً ،ج١،ص۵٢
۵٣ ایضاً ،ج٢،ص۵٩
۵۴ الانفطار ٨٢:۶
۵۵ فتح العزیز ،ج٢،ص٨١
۵۶ ایضاً، ج٢،ص٨١
۵٧ البقرہ ٢:٢
۵٨ فتح العزیز ، ج١،ص٨٢
۵٩ ایضاً،ج٢،ص٨٢
۶٠ البقرہ ٢ :٢۵
۶١ فتح العزیز ، ج١ ،ص١٣٧

٦٢ البقرہ٢ : ١٠٢
٦٣ فتح العزیز،ج١،ص٣٧٢ ؛(تفصیل کے لیے دیکھیں)نیشاپوری،محمد بن عبداللہ ابو عبداللہ الحاکم ، المستدرک علی الصحیحین ،بیروت،دارلکتب العلمیہ ،١٤١١ھ ج٤ ،ص ١٧١ ،رقم الحدیث : ٧٢٦٢
٦٤ ذہبی ،محمد حسین ،التفسیر والمفسرون،مکتبۃ مصعب بن عمر الاسلامیہ ، ٢٠٠٤،ج١،ص١٨٣
٦٥ الانفطار٨٢ : ١١
٦٦ فتح العزیز ،ج ٢،ص٨٦-٨٧
٦٧ الانفطار ١٩:٨٢
٦٨ فتح العزیز ،ج٢،ص٨٨
٦٩ ایضاً،ج١،ص٧١
٧٠ التکویر ١:٨١
٧١ فتح العزیز ،ج٢،ص٥٩
٧٢ التکویر ٨١ :٨
٧٣ فتح العزیز ،ج٢،ص٦١
٧٤ ایضاً،ج٢،ص٧٠
٧٥ المطففین١٤:٨٣
٧٦ فتح العزیز ،ج ٢، ص٩٧
٧٧ البقرة ١٠٦:٢
٧٨ قرطبی، ،الجامع لاحکام القرآن ،دارالکتب المصریہ،الطبعة الثانیہ١٩٥٢ ء ،ج١،ص٤٢٥
٧٩ فتح العزیز،ج١،ص٢٦٤
٨٠ جرجانی ، علی بن محمد بن علی کتاب التعریفات،تحقیق ابراہیم الابیاری ، دارالکتب العلمیہ،بیروت ،لبنان، ص ١٩١
٨١ نسفی ،امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد ،کشف الاسرار شرح المصنف علی المنار ،مکتبہ دارالباز مکہ مکرمہ،الطبقہ الاولی١٩٨٦، ص٨٩
٨٢ البقرہ١٠٦:٢
٨٣ البقرہ ٢:٢٤٠
٨٤ المجادلہ٥٨: ١٣
٨٥ فتح العزیز ،ج١،ص٣٩٠
٨٦ نسائی،احمد بن شعیب ،ابو عبدالرحمن ،السنن الکبری،بیروت،دارالکتب العلمیہ،١٤١١ھ ،ج٤،ص ٢٧١،رقم الحدیث ٧١٥٠
٨٧ فتح العزیز ، ج١،ص٣٩٠
٨٨ المزمل ٧٣: ٢٠
٨٩ المزمل ٧٣ : ٢
٩٠ فتح العزیز ،ج١،ص٣٩١

٩١ البقرہ٢: ١١٦
٩٢ فتح العزیز،ج١،ص ٤١٩-٤٢٠؛(تفصیل کے لیے دیکھیں) ابن سعد،محمد بن سعد منیع،الطبقات الکبری ، باب،البراء بن عاذب، بیروت ، ١٩٦٨ ج ٤، ص٣٦٧
٩٣ التفسیر والمفسرون ،ج١،ص١٨٣
٩٤ الفاتحہ١:٤
٩٥ فتح العزیز ،ج ١ ،ص٨
٩٦ ایضا،ج ١ ،ص٧
٩٧ النباء٧٨:٤٠
٩٨ فتح العزیز ،ج٢،ص١٨
٩٩ ایضا ،ج١،ص٦٠